

(امیر اہل سنت دامت برکاتہم کی کتاب ”عائقانہ بول کی 130 حکایات“ کے مکملینے کی ریاضت“ سے لئے گئے مواد کی مجموعی قدر)



# شہرت کی خواہش

کل صفحات 29



شیخ طریقت، امیر اہل سنت، بانی دعوت اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابوبلال

محمد الیاس عطاء قادری رضوی  
دامت برکاتہم  
الغنیۃ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ مضمون ”عاشقانِ رسول کی 130 حکایات“ کے صفحہ 102 تا 130 سے لیا گیا ہے۔

## شہرت کی خواہش

دُعائے عطار

مولائے کریم! جو کوئی رسالہ ”شہرت کی خواہش“ کے 29 صفحات پڑھ یا سن لے اُس کے دل سے  
شہرت کی خواہش نکال کر اُسے خلوص و عاجزی کا پیکر بنادے اور سدا کیلئے اُس سے راضی ہو جا۔ امین

### دروود شریف کی فضیلت

سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس نے  
مجھ پر ایک بار درودِ پاک پڑھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔“ (مسلم ص ۲۱۶ حدیث ۴۰۸)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

### عجیب انداز میں نفس کی گرفت

حضرت سیدنا ابو محمد مُرْعِش رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”میں نے بہت  
سے حج کئے اور ان میں سے اکثر سفرِ حج کسی قسم کا زارِ راہ لئے بغیر کئے۔ پھر مجھ  
پر آشکار (یعنی ظاہر) ہوا کہ یہ سب تو میرے نفس کا دھوکا تھا کیونکہ ایک مرتبہ میری  
ماں نے مجھے پانی کا گھڑا بھر کر لانے کا حکم دیا تو میرے نفس پر ان کا حکم  
گراں (یعنی بوجھ) گزرا، چنانچہ میں نے سمجھ لیا کہ سفرِ حج میں میرے نفس نے  
میری موافقت فقط اپنی لذت کے لئے کی اور مجھے دھوکے میں رکھا کیونکہ اگر میرا  
نفس فناء ہو چکا ہوتا تو آج ایک حقِ شرعی پورا کرنا (یعنی ماں کی اطاعت کرنا)  
اسے (یعنی نفس کو) بے حد دشوار کیوں محسوس ہوتا!“ (الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۳۵)

## حُبِ جاہ کی لذت عبادت کی مَشَقَّت آسان کر دیتی ہے

بیٹھے بیٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! ہمارے بُوڑ گارنِ دین رَحِمَهُمُ اللہُ السَّعِیْدِ کیسی مَدَنی سوچ رکھتے اور کس قَدَر عاجزی کے خُگر ہوتے ہیں۔ بعضوں کی عادت ہوتی ہے، کہ وہ عام لوگوں سے تو جھک جھک کر ملتے اور اُن کیلئے بچھ بچھ جاتے ہیں مگر والدین، بھائی بہنوں اور بال بچوں کے ساتھ اُن کا رویہ جارحانہ، غیر اخلاقی اور بسا اوقات سخت دل آزار ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ عوام میں عمدہ اخلاق کا مظاہرہ مقبولیت عامہ کا باعث بنتا ہے جبکہ گھر میں حسنِ سلوک کرنے سے عزت و شہرت ملنے کی خاص امید نہیں ہوتی! اس لئے یہ لوگ عوام میں خوب بیٹھے بیٹھے بنے رہتے ہیں! اسی طرح جو اسلامی بھائی بعض مُشْتَحَب کاموں کے لئے بڑھ چڑھ کر فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہیاں برتتے ہیں مثلاً ماں باپ کی اطاعت، بال بچوں کی شریعت کے مطابق تربیت اور خود اپنے لئے فرضِ عُلُوم کے حُصول میں غفلت سے کام لیتے ہیں اُن کیلئے بھی اس حکایت میں عبرت کے نہایت اَنَم مَدَنی پھول ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جن نیک کاموں میں ”شہرت ملتی اور واہ واہ! ہوتی ہے“ وہ دشوار ہونے کے باوجود بآسانی سرانجام پا جاتے ہیں کیوں کہ حُبِ جاہ (یعنی شہرت و عزت کی چاہت) کے سبب ملنے والی لذت بڑی سے بڑی مَشَقَّت آسان کر دیتی ہے۔ یاد رکھئے! ”حُبِ جاہ“ میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ عبرت کیلئے دو فرامینِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

والہ وسلم ملاحظہ ہوں: ﴿۱﴾ اللہ عزوجل کی طاعت (یعنی عبادت) کو بندوں کی طرف سے کی جانے والی تعریف کی مَحَبَّت سے ملانے سے بچتے رہو، کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں (فردوس الاخبار ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۱۵۶۷)

﴿۲﴾ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی تباہی حُبِّ مال و جاہ (یعنی مال و دولت اور عزت و شہرت کی محبت) مسلمان کے دین میں مچاتی ہے۔ (ترمذی ج ۴ ص ۱۶۶ حدیث ۲۳۸۳)

## حُبِّ جاہ کے متعلق اہم ترین مَدَنی پھول

”حُبِّ جاہ“ کے تعلق سے إحياء العلوم کی جلد 3 صفحہ 616 تا 617 کو سامنے رکھ کر کچھ مَدَنی پھول پیش خدمت ہیں: ”(حُبِّ جاہ و ریا) نفس کو ہلاک کرنے والے آخری اُمور اور باطنی مکرو فریب سے ہے، اس میں علماء، عبادت گزار اور آخرت کی منزل طے کرنے والے لوگ مبتلا کیے جاتے ہیں، اس طرح کہ یہ حضرات بسا اوقات خوب کوششیں کر کے عبادات بجالانے، نفسانی خواہشات پر قابو پانے بلکہ شُبہات سے بھی خود کو بچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنے اعضاء کو ظاہری گناہوں سے بھی بچا لیتے ہیں مگر عوام کے سامنے اپنے نیک کاموں، دینی کارناموں اور نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے کی جانے والی کاوشوں جیسے کہ میں نے یہ کیا، وہ کیا، وہاں بیان تھا، یہاں بیان ہے، بیانات (کرنے یا نعت پڑھنے) کیلئے اتنی اتنی تاریخیں ”بک“ ہیں، مَدَنی مشورے میں رات اتنے بج گئے اور آرام نہ ملنے کی تھکن ہے اسی لئے آواز بیٹھی ہوئی ہے۔ ”مَدَنی قافلے



میں سفر ہے، اتنے اتنے مدنی قافلوں میں یادنی کاموں کیلئے فلاں فلاں شہروں، ملکوں کا سفر کر چکا ہوں وغیرہ وغیرہ کے اظہار کے ذریعے اپنے نفس کی راحت کے طلبگار ہوتے ہیں، اپنا علم و عمل ظاہر کر کے مخلوق کے یہاں مقبولیت اور ان کی طرف سے ہونے والی اپنی تعظیم و توقیر، واہ واہ اور عزت کی لذت حاصل کرتے ہیں، جب مقبولیت و شہرت ملنے لگتی ہے تو اُس کا نفس چاہتا ہے کہ علم و عمل لوگوں پر زیادہ سے زیادہ ظاہر ہونا چاہئے تاکہ اور بھی عزت بڑھے لہذا وہ اپنی نیکیوں، علمی صلاحیتوں کے تعلق سے مخلوق کی اطلاع کے مزید راستے تلاش کرتا ہے اور خالق عَزَّوَجَلَّ کے جاننے پر کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ میرے اعمال سے باخبر ہے اور مجھے اُجر دینے والا ہے قناعت نہیں کرتا بلکہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ لوگ اس کی واہ واہ اور تعریف کریں اور خالق عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حاصل ہونے والی تعریف پر قناعت نہیں کرتا، نفس یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ لوگوں کو جب اس بات کا علم ہوگا کہ فلاں بندہ نفسانی خواہشات کا تارک ہے، شبہات سے بچتا ہے، راہِ خدا میں خوب پیسے خرچ کرتا ہے، عبادات میں سخت مشقت برداشت کرتا ہے خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ میں خوب آہ و زاری کرتا اور آنسو بہاتا ہے، مدنی کاموں کی خوب دھو میں مچاتا ہے، لوگوں کی اصلاح کیلئے بہت دل جلاتا ہے، خوب مدنی قافلوں میں سفر کرتا کراتا ہے، زبان، آنکھ اور پیٹ کا قفلِ مدینہ لگاتا ہے، روزانہ فیضانِ سنت کے اتنے اتنے درس دیتا ہے، مدرسۃ المدینہ (بالغان)، صدائے مدینہ، علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت کا بڑا ہی پابند ہے تو اُن (لوگوں) کی زبانوں پر اس (بندے) کی خوب تعریف جاری ہوگی، وہ اسے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں گے، اس کی ملاقات اور زیارت کو اپنے لئے

باعثِ سعادت اور سرمایہٴ آخرت سمجھیں گے، حصولِ برکت کیلئے مکانِ یادِ کان پر ”دو قدم“ رکھنے، چل کر دُعا فرمادینے، چائے پینے، دعوتِ طعام قبول کرنے کی نہایت لجاجت کے ساتھ درخواستیں کریں گے، اس کی رائے پر چلنے میں دو جہاں کی بھلائی تھوڑ کر کریں گے، اسے جہاں دیکھیں گے خدمت کریں گے اور سلام پیش کریں گے، اس کا جھوٹا کھانے پینے کی حرص کریں گے، اس کا تحفہ یا اس کے ہاتھ سے مَس کی ہوئی چیز پانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے، اس کی دی ہوئی چیز پُو میں گے، اس کے ہاتھ پاؤں کے بو سے لیں گے، احتراماً ”حضرت! حضور! یاسیدی!“ وغیرہ القاب کے ساتھ خاشعانہ انداز اور آہستہ آواز میں بات کریں گے، ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر دُعاؤں کی التجائیں کریں گے، مجالس میں اس کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو جائیں گے، اسے ادب کی جگہ بٹھائیں گے، اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے، اس سے پہلے کھانا شروع نہیں کریں گے، عاجزانہ انداز میں تحفے اور نذرانے پیش کریں گے۔ توضیح کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا (مثلاً خادم و غلام) ظاہر کریں گے، خرید و فروخت اور معاملات میں اس سے مُروّت برتیں گے، اس کو چیزیں عُمده کو الٹی کی اور وہ بھی سستی یا مُفت دیں گے۔ اس کے کاموں میں اس کی عزّت کرتے ہوئے جھک جائیں گے۔ لوگوں کے اس طرح کے عقیدت بھرے انداز سے نفس کو بہت زیادہ لذّت حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ لذّت ہے جو تمام خواہشات پر غالب ہے، اس طرح کی عقیدت مند یوں کی لذّتوں کے سبب گناہوں کا چھوڑنا اُسے معمولی بات معلوم ہوتی ہے

کیوں کہ ”حُبّ جاہ“ کے مریض کو نفس گناہ کروانے کے بجائے الٹا سمجھاتا ہے کہ دیکھ گناہ کریگا تو عقیدہ متندرا نکھیں پھیر لیں گے! لہذا نفس کے تعاون سے معتقدین میں اپنا وقار برقرار رکھنے کے جذبے کے سبب عبادت پر استقامت کی شدّت اُس کو نرمی و آسانی محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ باطنی طور پر لذّتوں کی لذّت اور تمام شہوتوں (یعنی خواہشات) سے بڑی شہوت (یعنی عوام کی عقیدت سے حاصل ہونے والی لذّت) کا ادراک (یعنی پہچان) کر لیتا ہے، وہ اس خوش فہمی میں پڑ جاتا ہے کہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کی مرضی کے مطابق گزر رہی ہے، حالانکہ اُس کی زندگی اُس پوشیدہ (حُبّ جاہ یعنی اپنی واہ و چاہنے والی چُھپی) خواہش کے تحت گزرتی ہے جس کے ادراک (یعنی سمجھنے) سے نہایت مضبوط عقیدیں بھی عاجز و بے بس ہیں، وہ عبادتِ خداوندی میں اپنے آپ کو خلص اور خود کو اللہ تعالیٰ کے محارم (حرام کردہ معاملات) سے اجتناب (یعنی پرہیز) کرنے والا سمجھ بیٹھتا ہے! حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ وہ تو بندوں کے سامنے زب و زینت اور تصنّع (یعنی بناوٹ) کے ذریعے خوب لذتیں پارہا ہے، اسے جو عزّت و شہرت مل رہی ہے اس پر بڑا خوش ہے۔ اس طرح عبادتوں اور نیک کاموں کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا نام منافقوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے اور وہ نادان یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل ہے!

مرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو

کر اخلاص ایسا عطا یا الہی (وسائلِ بخشش ص ۷۸)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اپنے منہ میاں مٹھو بننے والے حاجیوں کے لئے مدنی پھول

بعض مالدار بار بار حج و عمرہ کو جاتے، اس کی گنتی خوب یاد رکھتے، بار بار بغیر ضرورت بے پوچھے لوگوں کو اپنے حج و عمرہ کی تعداد بتاتے اور سفرِ مدینہ کے ”کارنامے“ سناتے ہیں، ان کو احساس تک نہیں ہوتا کہ کہیں ریاکاری کی تباہ کاری میں نہ جا پڑیں۔ حطیم شریف کا داخلہ بھی حالانکہ عین کعبہ مُشرَّفہ ہی کا داخلہ ہے جو ہر ایک کو نصیب ہو سکتا ہے مگر اس کا تذکرہ کوئی نہیں کرتا اور اگر کسی کو دروازہ کعبہ کے اندر داخلہ یا کسی مُلک کے سربراہ کے ساتھ سُنہری جالیوں کے اندر حاضری کی سعادت مل جائے تو اپنے منہ سے اپنے فضائل بیان کرتے نہیں تھکتا۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے فضائل اس طرح بیان کرتے بھی سنائی دیتے ہیں کہ صاحب! وہاں تو ہم نے جو مانگا وہ ملا، ہر تمنا پوری ہوئی، فلاں کی ملاقات کی خواہش ہوئی تھوڑی ہی دیر میں مل گئے وغیرہ۔ اس طرح اپنے منہ ”میاں مٹھو“ بن کر یہ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ ہمارا وقار بلند ہوگا حالانکہ ایسا ہونا ضروری نہیں، ہو سکتا ہے بعض لوگ اس کا مطلب یہ بھی لیتے ہوں کہ ”یہ حاجی صاحب“ مقاماتِ مقدّسہ کی عظمت کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنی ”کرامت“ بھی سنار ہے ہیں! ہاں بطور تَحَدِیثِ نعمت یا دوسروں کو رغبت دلانے کی نیت سے اپنے اوپر ہونے والے انعاماتِ الہیہ کے تذکرے میں حَرَج نہیں۔ بہر حال ہر ایک کو اپنی نیت پر غور کر لینا ضروری ہے کہ میں فلاں

بات کیوں کہنے لگا ہوں۔ اگر بتانے میں آخرت کی بھلائی کا پہلو ہے تو بولے ورنہ چپ رہے۔ **فرمانِ مصطفیٰ** صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے: ”جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔“

(بخاری ج ۴ ص ۱۰۵ حدیث ۶۰۱۸)

## کیا اپنے حج و عمرہ کی تعداد بیان کرنا گناہ ہے؟

اپنے حج و عمرے کی تعداد بیان کرنا ہر صورت میں گناہ نہیں، حدیثِ پاک میں ہے: **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲)

حدیث ۱) اگر کوئی تَحْدِیثِ نِعْمَت (یعنی اپنے اوپر نعمتِ الہی کی خبر دینے) کیلئے اپنے حج کی تعداد بیان کرے تو حَرَج نہیں مگر عِلْمِ دین اور صُحْبَتِ اَخِیَار کی کمی کے باعث فی زمانہ اصلاحِ نیت بے حد دشوار اور ریاکاری کا خطرہ شدید۔ فرض کیجئے! آپ نے

بغیر پوچھے کسی کو بتا دیا کہ ”میں نے دو حج کئے ہیں۔“ اس پر اگر وہ پوچھ بیٹھے کہ جناب! مجھے بتانے کی ضرورت کیسے پیش آئی؟ اب اگر آپ نے گھبرا کر کہہ دیا کہ تَحْدِیثِ نِعْمَت (اللہ تعالیٰ کی نعمت کا چرچا کرنے) کیلئے عرض کیا ہے۔

اس پر ہو سکتا ہے کہ سائل خاموش ہو جائے، مگر غور فرمالیجئے! کیا یہ کہتے وقت کہ ”میں نے دو حج کئے ہیں“ واقعی آپ کے دل میں تَحْدِیثِ نِعْمَت یعنی **اللہ عَزَّوَجَلَّ**

کی نعمت کا چرچا کرنے کی نیت تھی؟ اگر تھی پھر تو ٹھیک ورنہ جھوٹ کے گناہ کا وبال سر پڑا اور ”دل میں کچھ زبان پر کچھ“ کی وجہ سے نفاق اور بتاتے وقت



اگر مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دل میں ریا اور دکھاوے کا ارادہ تھا تو ریاکارانہ عمل کو تحدیثِ نعمت میں کھپانے کی ”ریا کاری در ریا کاری“ کا الزام مزید برآں۔ مَدَنی التجا ہے کہ زَبان پر فُعلِ مدینہ لگانے کی کوشش کیجئے کہ زَبان کی بظاہر معمولی نظر آنے والی لغزش بھی جہنم میں جھونک سکتی ہے!

## دو حج ضائع کر دیئے

مشہور مُحدِّث حضرت سیدنا سُفیان ثَوْرِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی کہیں مدعو تھے میزبان نے اپنے خادم سے کہا: اُن برتنوں میں کھانا کھلاؤ جو میں دوسری بار کے حج میں لایا ہوں، سیدنا سُفیان ثَوْرِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی نے سُن کر فرمایا: مسکین! تُو نے ایک جُملے میں دو حج ضائع کر دیئے!

(احسن الوعاء لآداب الدعاء، ص ۱۵۷)

عطا کر دے إخلاص کی مجھ کو نعمت

نہ نزدیک آئے ریا یا الہی (وسائلِ بخشش ص ۷۷)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

## نیکیاں چمپاؤ

بے ضرورت اپنے حج و عمرہ کی تعداد، تلاوت کردہ قرآن پاک اور دُرود پاک اور دیگر اُرد پڑھنے کی گنتی بتانے والوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ (إخلاص کے مُتلاشی دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کا جاری کردہ بیان کا

آڈیو کیسیٹ ’نیکیاں چھاؤ‘ حاصل کر کے سنئے (یلا حاجت اپنے آپ کو حاجی، قاری، حافظ کہنے لکھنے والے بھی غور کریں کہ وہ حج یافتہ قراءت یا حفظ قرآن پاک سے مُشرّف ہونے کا بہ بانگ دُہل اعلان کر کے کیا لینا چاہ رہے ہیں؟ ہاں، لوگ اپنی مرضی سے ایسوں کو حاجی صاحب، قاری صاحب یا حافظ صاحب کہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ بزرگوں کے حج کی تعداد کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ یا تو ان کے خُدام نے ان کو روایت کیا ہو گا یا تحریثِ نعمت کے لئے بزبانِ خود ارشاد فرمایا ہو گا۔ سراپا اخلاص بندوں کا منشاء ہرگز نیک نامی یا اپنی پارسائی کا سکہ جمانا نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگر کوئی حاجی اپنے حج وغیرہ کی تعداد بتائے بھی تو ہمیں اسے ریاکار کہنے کی اجازت نہیں کیوں کہ دلوں کا حال ربّ ذوالجلال جانتا ہے، ہم پر لازم ہے کہ حسنِ ظن سے کام لیں۔

## ﴿۷۷﴾ ایک بزرگ کا شیطان سے مکالمہ

کسی بزرگ نے حج کے روزِ عزّات شریف کے میدان میں شیطان کو بشکلِ انسان اس حال میں دیکھا کہ وہ نہایت کمزور و زرد رُو ہے، اس کی پیٹھ ٹوٹی ہوئی ہے اور رو رہا ہے۔ بزرگ کے پوچھنے پر اُس نے اپنے رونے کا سبب کچھ یوں بتایا کہ چونکہ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے حاجی اکٹھے ہوئے ہیں، لہذا اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو رسوا نہیں کرے گا، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں سارے ہی

نکش نہ دیئے جائیں! اپنی کمزوری کا سبب اُس نے راہِ خدا کے مسافروں کے گھوڑوں کا ہتھکنا (ہن۔ہ۔ نانا) بتایا اور بصد افسوس کہا کہ اگر یہ سوار (یعنی راہِ خدا کے مسافر) میری پسند کے (یعنی غفلتوں اور گناہوں بھرے) راستوں پر ہوتے تو بہت خوب تھا۔ زردروئی یعنی چہرہ پیلا پڑ جانے کا سبب اُس نے عبادت پر لوگوں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا قرار دیا۔ اُن بزرگ نے جب یہ پوچھا کہ تیری کمر کیوں ٹوٹی ہوئی ہے؟ تو بولا: بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کرتا ہے: ”یا اللہ! میرا خاتمہ بالآخر فرما“ تو مجھے سخت صدمہ ہوتا ہے اور میری خواہش ہوتی ہے کہ یہ اپنے نیک عمل کو ”کچھ“ (یعنی بڑا کارنامہ) سمجھے، اس پر خوب اترائے اور پھولے تاکہ برباد ہو، مجھے اس بات کا خوف آتا ہے کہ کہیں اس کو یہ سمجھ نہ آجائے کہ اپنے عمل پر اترانا نہیں چاہئے بلکہ صرف و صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے عاجزی اختیار کرنی چاہئے۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲۲ ملخصاً)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۷۸﴾ بلندی چاہنے والے کی رسوائی

ایک بزرگ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے مگہ مکرمہ زَادَ اللہُ شَرَفًا وَتَعْظِیْمًا میں صفا اور مروہ کے درمیان ایک خجّر سوار دیکھا، کچھ غلام ”ہٹ جاؤ! ہٹ جاؤ!!“ کی آوازیں لگا کر اُس کے سامنے سے لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ کچھ عرصے بعد مجھے وہی شخص بغداد میں لمبے بال، ننگے پاؤں اور حسرت زدہ

نظر آیا، میں نے حیرت سے پوچھا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟“ جواب دیا: میں نے ایسی جگہ (یعنی مکہ پاک میں) ”بلندی“ (بڑائی) چاہی جہاں لوگ ”عاجزی“ کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ایسی جگہ رُسا کر دیا جہاں لوگ بلندی پاتے ہیں۔

(الزواج عن اقتراف الکباثر ج ۱ ص ۱۶۴)

وہی سر بر سر محشر بلندی پائے گا جو سر

یہاں دنیا میں ان کے آستانے پر ٹھکا ہوگا (وسائلِ بخشش ص ۱۸۷)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۷۹﴾ حج کی خواہش تمہی مگر پلے زر نہ تھا

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیْز نے ایک بار اپنے

غلام مُراحم سے فرمایا: میری حج کی خواہش ہے، کیا تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟

عرض کی: دس دینار سے کچھ زائد ہیں۔ فرمایا: اتنی سی رقم میں حج کیونکر ہو سکتا

ہے! کچھ ہی دن گزرے تھے کہ مُراحم نے عرض کی: یا امیر المؤمنین!

تیار کیجئے، ہمیں بُو مروان کے مال سے 17 ہزار دینار (سونے کی اشرفیاں)

مل گئے ہیں۔ فرمایا: ان کو بیٹ الہمال میں جمع کروادو، اگر یہ حلال کے ہیں تو ہم

بقدرِ ضرورت لے چکے ہیں اور اگر حرام کے ہیں تو ہمیں چاہئیں۔ مُراحم کا

بیان ہے کہ جب امیر المؤمنین نے دیکھا کہ یہ بات مجھ پر گراں (ناگوار)

گزری ہے تو فرمایا: دیکھو مُراحم! جو کام میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کیا کروں

اُسے گراں (بوجھ) نہ سمجھا کرو، میرا نفسِ ترقی پسند اور خوب سے خوب تر کا مُشتاق (طلبگار) ہے، جب بھی اسے کوئی مرتبہ ملا اس نے فوراً اس سے بلند تر مرتبے کے حصول کی کوشش شروع کر دی، دُنیاوی مناصب (یعنی عہدوں) میں سے بلند تر منصب (یعنی عہدہ) خلافت ہے جو میرے نفس کو حاصل ہو چکا ہے، اب یہ صرف اور صرف جنت کا مُشتاق ہے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکم ص ۵۳)

**اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم**

آخری عمر ہے کیا رونقِ دنیا دیکھوں

اب فقط ایک ہی دُھن ہے کہ مدینہ دیکھوں

**صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد**

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت میں ان لوگوں کے لئے دُرّسِ عبرت ہے جو رشوت، سود، جوئے، تجارت میں دھوکا اور جھوٹ جیسے ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرتے ہیں اور اسی میں سے حج کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ خبردار! یہ کامیابی نہیں بلکہ ”چوری اور سینہ زوری“ والا معاملہ ہے اور اس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ حدیث شریف میں ہے: جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لَبَّيْكَ کہتا ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس شخص سے ارشاد فرماتا ہے: نہ تیری لَبَّيْكَ قبول، نہ خدمت پذیر (یعنی منظور) اور تیرا حج تیرے منہ پر



مردود ہے، یہاں تک کہ تو یہ مالِ حرام جو تیرے قبضے میں ہے اُس کے مستحقوں کو واپس دے۔

(التذکرۃ فی الوعظ لابن جوزی ص ۱۲۴)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۰﴾ ہر دل عزیز خلیفہ

مقبولیّت اور ہر دلعزیزی بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے، حُسنِ اخلاق اور عدل و انصاف کی بدولت امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیْزِ کو یہ حاصل تھا، چنانچہ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک بار حج کے موسمِ بہار میں جب میدانِ عرفات پہنچے تو لوگوں کی توجّہ کا مرکز بن گئے۔ حضرت سیدنا سہیل بن ابی صالح رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بھی اُس ہجوم میں موجود تھے، انہوں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی: وَ اللّٰہُ! میرے خیال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیْزِ سے مَحَبّت فرماتا ہے، والدِ صاحب نے اس کی دلیل پوچھی تو کہا: لوگوں کے دلوں میں ان کی خوب عزّت ہے، پھر یہ حدیثِ پاک بیان کی کہ فرمانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے مَحَبّت کرتا ہے تو جبرئیل (عَلِیْہِ السَّلَام) سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے مَحَبّت کرتا ہوں تم بھی اس سے مَحَبّت کرو چنانچہ (حضرت) جبرئیل (عَلِیْہِ السَّلَام) اُس سے مَحَبّت کرتے ہیں، پھر آسمان والوں میں ندا دیتے (یعنی اعلان کرتے) ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاں سے مَحَبّت رکھتا ہے تم لوگ بھی اس سے مَحَبّت کرو، چنانچہ آسمان

والے اُس سے مَحَبَّت کرنے لگتے ہیں، اِس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کو دنیا میں مقبول عام بنادیتا ہے۔ (تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۴۵) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت

ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وہ کہ اِس در کا ہوا خَلَقَ خُدا اُس کی ہوئی

وہ کہ اِس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا (حداائق بخشش شریف)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۱﴾ بُرَقَ پُوشِ اَعْرَابِیَّہ

دُعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 397

صفحّات پر مشتمل کتاب، ”پردے کے بارے میں سُوال جواب“ صَفْحَہ 339 تا 341 پر ہے: حضرت سیدنا سلیمان بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَفَّارِ انتہائی مٹھی

و پر ہیزگار، بے حد خُبر و اور حسین نوجوان تھے۔ سفر حج کے دوران مقام ابواء پر

ایک بار اپنے خیمے (CAMP) میں تنہا تشریف فرما تھے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا

رفیق سفر کھانے کا انتظام کرنے کیلئے گیا ہوا تھا۔ ناگاہ ایک بُرَقِ پُوشِ اَعْرَابِیَّہ (یعنی

عرب کی دیہاتی عورت) خیمے میں داخل ہوئی اور اُس نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا!

اُس کا حُسن بہت زیادہ فتنہ برپا کر رہا تھا! کہنے لگی: مجھے ”کچھ“ دیجئے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ

تَعَالٰی عَلَیْہِ سمجھے شاید روٹی مانگ رہی ہے۔ کہنے لگی: میں وہ چاہتی ہوں جو بیوی اپنے

شوہر سے چاہتی ہے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خوفِ خدا سے لرزتے ہوئے

فرمایا: ”تجھے میرے پاس شیطان نے بھیجا ہے۔“ اتنا فرمانے کے بعد اپنا سر

مبارک گھٹنوں میں رکھ کر بآواز بلند رونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر بُرقع پوش اعرابیہ گھبرا کر تیز تیز قدم اٹھائے خیمے سے باہر نکل گئی۔ جب رفیق (ساتھی) آیا اور دیکھا کہ رورور کر آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی علیہ نے آنکھیں سُجّا دیں اور گلا بٹھا دیا ہے، تو اُس نے سببِ گرہ (یعنی رونے کا سبب) دریافت کیا، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی علیہ نے اَوَّلًا ثَلَمٌ ثَوَل سے کام لیا مگر اُس کے پیہم اصرار پر حقیقت کا اظہار کر دیا تو وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ فرمایا: اُم کیوں روتے ہو؟ عرض کی: مجھے تو زیادہ رونا چاہئے کیوں کہ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو شاید صَبْر نہ کر سکتا (یعنی ہوسکتا ہے گناہ میں پڑ جاتا)۔ دونوں حضرات رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی علیہما روتے رہے یہاں تک کہ مَکَّہ مُکَرَّمہ زادَکَ اللهُ شَرَفًا وَتَعْظِيمًا میں حاضر ہو گئے۔ طوافِ وُسعی وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سَیِّدِنا سُلَیْمَان بن یَسَار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور چادر سے گھٹنوں کے گرد گھیرا باندھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں اُونگھ آگئی اور عالم خواب میں پہنچ گئے، ایک حُسن و جمال کے پیکر، مُعَطَّر مُطَهَّر خوش لباس دراز قد بُوڑگ نظر آئے، حضرت سَیِّدِنا سُلَیْمَان بن یَسَار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: میں (اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نبی) یُوْسُف ہوں۔ عرض کی: یا نبی اللہ! عَلٰی بَیِّنَاتٍ عَلَیْہِ السَّلَام زُلَیْخَا کے ساتھ آپ کا واقعہ عجیب ہے۔ فرمایا: مقامِ اَبواء پر اعرابیہ کے ساتھ ہونے والا آپ کا واقعہ عجیب تر (یعنی زیادہ عجیب) ہے۔ (اَحْیَاءُ الْعُلُوم ج ۳ ص ۱۳۰ مَلْخَصًا) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دیکھا آپ نے! حج کے مبارک سفر میں شیطان کس طرح حاجیوں کو گناہوں میں پھنسانے کی ترکیبیں کرتا ہے مگر قربان جائیے عاشقانِ رسول کے پاکیزہ کردار پر کہ وہ شیطان کے ہر وار کو ناکام بناتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا سلیمان بن یسا رَعْلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے خود چل کر آنے والی بُرقع پوش اعرابیہ کو ٹھکرا دیا بلکہ خوفِ خدا سے رونا دھونا مچا دیا، جس کے نتیجے میں حضرت سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے خواب میں تشریف لا کر آپ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بہر حال دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ جسٹسِ مخالف (یعنی مرد کا عورت اور عورت کا مرد) لا کھ دل لُبھائے اور گناہ پر اُکسائے مگر انسان کو چاہئے کہ ہرگز شیطان کے دامِ تزویر (تڑ-ویر، یعنی دھوکے) میں نہ آئے، ہر صورت میں اُس کے چُنگل سے خود کو بچائے اور خوب اجر و ثواب کمائے۔

آخری عمر ہے کیا رونقِ دنیا دیکھوں

اب فقط ایک ہی دُھن ہے کہ مدینہ دیکھوں

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۲﴾ بکثرت رونے والا حاجی

حضرت سیدنا مَحْمُوْل رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا بُہِیْم عَجَلِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے مجھ سے فرمایا: میرا حج کا ارادہ ہے کسی کو میرا

رفیق سفر بنا دیجئے۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک پڑوسی کو اُن کے ساتھ سفرِ مدینہ پر آمادہ کر لیا۔ دوسرے دن میرا پڑوسی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں حضرت سیدِ نابھیم کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ میں نے حیرت سے کہا: خدا کی قسم! میں نے کوفہ بھر میں ان جیسا بااخلاق آدمی نہیں دیکھا آخر کیا وجہ ہے کہ تم ان کی رفاقت سے خود کو محروم کر رہے ہو؟ وہ بولا: میں نے سنا ہے کہ وہ اکثر روتے رہتے ہیں، اس لیے ان کے ساتھ میرا سفر خوشگوار نہیں رہے گا۔ میں نے اُس کو سمجھایا کہ یہ بہت اچھے بزرگ ہیں، ان کی صحبت اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لیے نہایت مَنفَعَت بخش ہوگی۔ وہ مان گیا۔ جب سفر کے لیے اُونٹوں پر سامان لا دیا جانے لگا تو حضرت سیدِ نابھیم عجلٰی علیہ رَحْمَةُ اللہِ الْوَالِیْ ایک دیوار کے قریب بیٹھ کر رونے میں مشغول ہو گئے، حتیٰ کہ آپ رَحْمَةُ اللہِ تعالیٰ علیہ کی داڑھی مبارک اور سینہ اشکوں سے تر ہو گیا اور آنسو زمین پر پُپ پُپ کرنے لگے۔ میرے پڑوسی نے گھبرا کر مجھ سے کہا: ابھی تو سفر کی شروعات ہے اور ان کا یہ حال ہے خدا جانے آگے کیا عالم ہوگا! میں نے انفرادی کوشش کرتے ہوئے کہا: گھبرائیے نہیں سفر کا معاملہ ہے، ہو سکتا ہے بال بچوں کی جدائی میں رو رہے ہوں اور آگے چل کر قرار آ جائے۔ حضرت سیدِ نابھیم عجلٰی رَحْمَةُ اللہِ تعالیٰ علیہ نے یہ بات سُن لی اور فرمایا: وَاللّٰہ! ایسی بات نہیں، اس سفر کے سبب مجھے ”سفر



آخرت، یاد آ گیا۔ یہ فرماتے ہی چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ پڑوسی نے پھر پریشانی کے عالم میں مجھ سے کہا: میں ان کے ہمراہ کیسے رہ سکوں گا! ہاں ان کا سفر حضرت سیدنا داؤد طائی اور سیدنا سلام ابو الاحوص رَحِمَهُمَا اللہُ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہر دو حضرات بھی بیہت روتے ہیں، اُن کے ساتھ ان کی ترکیب خوب رہے گی اور ملکر خوب رویا کریں گے۔ میں نے پھر پڑوسی کی ہمت بندھائی، آخر کار وہ اُن کے ساتھ سفرِ مدینہ پر روانہ ہو گیا۔ حضرت سیدنا مَخُول رَضِیَ اللہُ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب حج سے ان کی واپسی ہوئی تو میں اپنے پڑوسی حاجی کے پاس گیا، اُس نے بتایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو جزائے خیر دے، میں نے ان جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا، حالانکہ میں مالدار تھا پھر بھی غریب ہونے کے باوجود وہ مجھ پر خوب خرچ کرتے تھے، بوڑھے ہونے کے باوجود روزے رکھتے، مجھ بے روزہ جوان کے لیے کھانا بناتے اور میری بے حد خدمت کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: آپ تو ان کے رونے کے سبب پریشان ہوتے تھے اب کیا ذہن ہے؟ کہا: پہلے پہل میں بلکہ دیگر قافلے والے بھی ان کے رونے کی کثرت سے گھبرا جاتے تھے مگر آہستہ آہستہ ان کی صحبت کی برکت سے ہم پر بھی رقت طاری ہونے لگی اور ان کے ساتھ ہم سب بھی مل کر روتے تھے۔ حضرت سیدنا مَخُول رَضِیَ اللہُ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں حضرت

سَيِّدُ نَابُهِيمٍ عَجَلِي عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ الْوَالِي کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی حاجی کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: بہت اچھا رفیق (ساتھی) تھا، ذِکْرُ اللَّهِ اور قرآنِ کریم کی تلاوت کی کثرت کرتا تھا اور اس کے آنسو بہت جلد بہ جایا کرتے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (البحر العمیق ج ۱ ص ۳۰۰ مَخَصًا) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِيْنَ بِجَاہِ النَّبِيِّ الْاَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

یادِ نبی پاک میں روئے جو عمر بھر

مولیٰ مجھے تلاش اُسی چشمِ تری کی ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی مُحَمَّد

﴿۸۳﴾ حاجیوں کی حیرت انگیز خیر خواہی

مشہور تابعی بزرگ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مبارک رَحْمَةُ اللَّهِ

تعالیٰ علیہ نے حج کا ارادہ کیا تو کئی عاشقانِ رسول ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے،

آپ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالٰی علیہ نے سب سے اخراجات لیکر ایک صندوق میں ڈال کر محفوظ

کر لئے، پھر اپنے پلے سے سب کے لئے سواریاں کرائے پر لیں اور قافلہ

سوئے حرمِ رواں دواں ہو گیا۔ آپ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالٰی علیہ قافلے والوں کو اپنی جیب

خاص سے عمدہ سے عمدہ کھانا کھلاتے رہے۔ جب یہ قافلہ بغداد شریف پہنچا تو آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی علیہ نے سب کے لئے بہترین لباس اور کھانے پینے کا کثیر سامان خریدا۔ قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا بالآخر مَدِیْنَةُ الْمُنَوَّرَہِ زَادَ اللہُ شَرَفًا وَتَعْظِیْمًا حَاضِر ہو گیا۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی علیہ نے اپنے ہر رفیق کو مَدِیْنَةُ الْمُنَوَّرَہِ زَادَ اللہُ شَرَفًا وَتَعْظِیْمًا سے اُن کے گھر والوں کی فرمائش کے مطابق چیزیں خرید کر عنایت فرمائیں۔ اس کے بعد قافلہ مکہ مُعَظَّمہ زَادَ اللہُ شَرَفًا وَتَعْظِیْمًا کی پُر نور فُضَاؤں میں داخل ہوا اور مَنَاسِکِ حج ادا کئے۔ حج کے بعد یہاں سے بھی اپنے پلے سے سب کو تَبَرُّکات وغیرہ خرید کر دیئے۔ واپسی میں بھی راستے بھر عاشقانِ رسول پر دل کھول کر خرچ کیا۔ جب قافلہ اپنے وطن پہنچ گیا تو آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی علیہ نے ان کے گھروں پر حسبِ ضرورت پلستر وغیرہ کروا کر چُونَا کروادیا۔ تین دن بعد اپنے قافلے کے تمام حاجیوں کی دعوت کی اور بطورِ سوغات انہیں بہترین ملبوسات عطا کئے، جب سب کھانا کھا چکے تو آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی علیہ نے صَنْدُوقِ مَنکُوْا کر کھولا اور ہر ایک حاجی کی رقم جوں کی توں واپس کر دی۔ (عیون الحکایات ص ۲۵۴ ملخصاً) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحْمَت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مَغْفِرَت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا (حدائق بخشش شریف)

**صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد**

**﴿۸۴﴾ امام شافعی کی سفرِ حرم میں سخاوت**

بیٹھے بیٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے

اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی سخاوت بے مثل تھی، اور کیوں نہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظیم الشان ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی کو اچھے اخلاق اور سخاوت کی فطرت عنایت فرمائی ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۵۷۲)

منقول ہے، سیدنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی جب (یمین کے شہر) صَنْعَا سے مگہ مکرّمہ زَادَہَا اللہُ شَرْفًا وَتَعْظِیْمًا کی طرف آئے تو آپ کے پاس دس ہزار درہم تھے، مکے شریف کے باہر خیمہ لگایا اور چادر بچھا کر ساری رقم اُس پر ڈال دی، جو بھی آتا اُسے مٹھی بھر کر عطا فرما دیتے، جب ظہر کی نماز پڑھی تو وہ چادر جھاڑ دی، اُس پر ایک درہم بھی باقی نہ بچا تھا۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۱۰ مَلَخَصًا)

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم!

ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم (حدائق بخشش شریف)

**صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد**

**﴿۸۵﴾ میں کیوں نہ روؤں؟**

حضرت سیدنا امام محمد باقر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَادِر جب حج کے لئے مگہ

مکرمہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے اور مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو  
 بیٹ اللہ شریف کو دیکھا تو رونے لگے حتیٰ کہ رونے میں آپ کی آواز بلند  
 ہو گئی کسی نے عرض کی: یاسیدی! سب لوگوں کی نظریں آپ کی طرف لگ گئی  
 ہیں، اس قدر زور سے گریہ وزاری نہ فرمائیے۔ فرمایا: ”کیوں نہ روؤں! شاید  
 اللہ تعالیٰ میرے رونے کے سبب مجھ پر رحمت کی نظر فرمادے اور میں بروز  
 قیامت اُس کی بارگاہ میں کامیاب ہو جاؤں۔“ پھر آپ رَحْمَةُ اللہ تعالیٰ علیہ نے  
 طواف کیا اور ”مقام ابراہیم“ پر نماز پڑھی جب سجدے سے سر اٹھایا تو سجدے کی  
 جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔ (روض الریاحین ص ۱۱۳) اللہ عزوجل کسی اُن پر  
 رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ارے زائرِ مدینہ! تُو خوشی سے ہنس رہا ہے

دلِ غمزدہ جو پاتا تو کچھ اور بات ہوتی (وسائل بخشش ص ۳۰۸)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۶﴾ لَبَّیْک کہتے ہی بے ہوش ہو گئے

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عزم حج

بیٹ اللہ کیا اور احرام باندھا تو چہرہ مبارکہ زرد ہو گیا اور لبیک نہ کہہ  
 سکے۔ لوگوں نے عرض کی: آپ لبیک نہیں پڑھتے؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہیں



جواب میں ”لَا لَبَّيْكَ“ نہ کہہ دیا جائے! عرض کی گئی: احرام باندھ کر لَبَّيْكَ کہنا ضروری ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لَبَّيْكَ پڑھی تو بے ہوش ہو کر سُواری پر سے گر پڑے اور اختتام حج تک یہی صورت رہی کہ جب بھی لَبَّيْكَ کہتے بے ہوش ہو جاتے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۷۰) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔**

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
اُنکلیاں کانوں میں دے دے کے سنا کرتے ہیں  
خَلَوْتُ دِلِّ میں عجب شور ہے بُرا تیرا (ذوقِ نعت)

**صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد**  
**﴿۸۷﴾ اُپاہج حاجی**

حضرت سیدنا شقیق کلنی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے مگہ مکرّمہ زادہَا اللہُ شَرَفًا وَتَعْظِیْمًا کے راستے میں ایک اُپاہج حاجی کو دیکھا جو گھسٹ کر چل رہا تھا، میں نے اُس سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا: سمرقند سے۔ میں نے پھر پوچھا: کتنا عرصہ ہوا وہاں سے چلے ہوئے؟ جواب دیا: دس برس سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ میں بڑے تَجَبُّب سے اُس کو دیکھنے لگا، اِس پر وہ بولا: اے شقیق (رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ)! کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: تمہاری کمزوری اور سفر کی درازی نے مجھے مُتَعَجَّب کر دیا۔ کہنے لگا: اے

شقیق! سفر کی دُوری کو میرا شوق (یعنی عشق) قریب کر دے گا اور میری کمزوری کا سہارا میرا مولا عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اے شقیق! تم ایک ضعیف (یعنی کمزور) بندے پر تعجب کر رہے ہو! اس کو تو اس کا مالک عَزَّوَجَلَّ چلا رہا ہے۔

ناٹوانی کا اَلَم ہم صُغفا کو کیا ہو! ہاتھ پکڑے ہوئے مولیٰ کی ٹوانائی ہے (ذوقِ نعت) پھر اُس نے دو عربی اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: (۱)..... اے میرے آقا عَزَّوَجَلَّ! میں تیری زیارت کو آ رہا ہوں اور عشق کی منزلیں گٹھن ہیں، لیکن شوق (عشق) اُس شخص کی مدد کیا کرتا ہے جس کی مال مد نہیں کرتا۔ (۲)..... وہ ہرگز عاشق نہیں جس کو راستے کی ہلاکت کا

خوف ہو اور نہ ہی وہ عاشق ہے جس کو راستوں کی سختی نے چلنے سے روک دیا۔ (رَوْضُ الرِّیاحین ص ۱۲۰) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے

حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم کو اپنے سائے میں آرام ہی سے لائے  
حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے (حدائقِ بخشش شریف)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۸﴾ عید قربان میں جان قربان کر دی

حضرت سیدنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَفَّار فرماتے ہیں کہ میں ایک قافلے کے ہمراہ حجِ بیت اللہ شریف کے لئے جا رہا تھا، راستے میں ایک نوجوان حاجی دیکھا جو بغیر زادِ راہ پیدل چل رہا تھا۔ میں نے اُس کو سلام کیا، اُس

نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا: اے نوجوان! کہاں سے آئے ہو؟ اُس نے جواب دیا: اُسی (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے۔ پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: اُسی (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے پاس۔ پوچھا: زادِ راہ (یعنی سامانِ سفر) کہاں ہے؟ بولا: اُسی (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے ذمہ کرم پر ہے۔ میں نے کہا: یہ طویل راستہ بغیر توشے (یعنی کھانے پینے) کے طے نہیں ہوگا، تیرے پاس کچھ ہے بھی؟ بولا: جی ہاں، میں نے گھر سے نکلتے وقت پانچ حُرُوف زادِ راہ کے طور پر لے لئے تھے۔ پوچھا: وہ پانچ حُرُوف کون سے ہیں؟ اُس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان: **كُفِّعَصْ**۔ پوچھا: اِن حُرُوف سے کیا مراد ہے؟ کاف سے ”کافی“، یعنی کفایت کرنے والا، ہا سے ”ہادی“، یعنی ہدایت کرنے والا، یا سے پناہ دینے والا، عین سے ”عالم“، یعنی جاننے والا، صاد سے صادق“، یعنی سچا تو جس کا رفیق کافی و ہادی و مؤوی (یعنی پناہ دینے والا) و عالم اور صادق ہو وہ کیسے ضائع یا پریشان ہو سکتا ہے اور اُسے کیا ضرورت ہے کہ زادِ راہ اور پانی اٹھائے پھرے! حضرت سیدنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَفَّار فرماتے ہیں کہ اُس حاجی کا کلام سُن کر میں نے اُس کو اپنی قمیص پیش کی۔ اُس نے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ”اے شیخ! دُنیا کی قمیص سے بڑھتے رہنا بہتر ہے کیوں کہ دُنیا کی حلال چیزوں پر حساب اور حرام چیزوں پر عذاب ہے۔“ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو اُس حاجی نے مَنہ آسمان کی طرف اٹھایا اور اس طرح

”مناجات“ کرنے لگا: ”اے وہ پاک ذات! جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے کچھ نقصان نہیں ہوتا، مجھے وہ چیز یعنی عبادت عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے اور وہ چیز یعنی گناہ معاف فرما دے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں۔“

جب لوگوں نے احرام باندھ کر ”لَبَّيْكَ“ کہی تو وہ خاموش تھا، میں نے پوچھا: تم لَبَّيْكَ کیوں نہیں کہتے؟ اُس نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میں کہوں: لَبَّيْكَ اور وہ فرمادے: ”لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ وَلَا أَسْمَعُ كَلَامَكَ وَلَا أَنْظُرُ إِلَيْكَ“ یعنی نہ تیری لَبَّيْكَ قبول ہے اور نہ سَعْدَيْكَ اور نہ میں تیرا کلام سُنوں اور نہ تیری طرف دیکھوں۔ پھر وہ چلا گیا میں نے اُس حاجی کو سارے راستے میں پھر کہیں نہ دیکھا، بالآخر منی شریف میں وہ نظر آ گیا اُس وقت وہ کچھ عربی اشعار پڑھ رہا تھا جن کا ترجمہ یہ ہے: ﴿۱﴾..... بے شک وہ حبیب (یعنی پیارا) جس کو میرا خون بہنا پسندیدہ ہے تو میرا خون اُس کے لئے حلال ہے حرم میں بھی اور حرم کے باہر بھی ﴿۲﴾..... خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میری رُوح کو علم ہو جائے کہ وہ کس ذاتِ اقدس سے مَحَبَّت کرتی ہے تو وہ قدم کے بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے ﴿۳﴾..... اے ملامت کرنے والے! اُس کے عشق پر مجھے ملامت نہ کر کہ اگر تجھے وہ نظر آ جائے جو میں دیکھتا ہوں تو تو کبھی بھی مجھے ملامت نہ کرے ﴿۴﴾ لوگوں نے عید کے دن بھیڑ، بکریوں اور اُونٹوں کی قربانی کی اور محبوب نے اس دن میری جان کی قربانی کی ﴿۵﴾..... لوگوں کا حج ہوا ہے اور میرا حج میرے محبوب کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے قربانیاں دی ہیں اور میں

نے اپنی جان اور اپنے خون کی قربانی کا تحفہ پیش کیا۔

اشعار پڑھنے کے بعد وہ گڑ گڑا کر عرض گزار ہوا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! لوگوں نے

قربانیاں کیں اور تیرا قرب حاصل کیا اور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس کے ساتھ تیرا

قرب (یعنی نزدیکی) حاصل کر سکوں سوائے اپنی جان کے، تو اسی کو تیری بارگاہ میں نذر کرتا ہوں تو

اسے قبول فرما۔“ یہ کہنے کے بعد اُس حاجی نے ایک چیخ ماری، زمین پر گرا اور اُس

کی رُوح قَفَسِ عُنْصُرِی سے پرواز کر گئی۔ حضرت سیدنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

اللہِ الْعَفْوَار فرماتے ہیں: پھر یکایک غیب سے ایک آواز گونج اُٹھی: ”یہ اللہ

عَزَّوَجَلَّ کا پیارا ہے جو عشقِ الہی کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔“ پھر میں نے

اُس خوش نصیب حاجی کی تجہیز و تکفین کی۔ (روض الریاحین ص ۹۹) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت

ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نڈر کروں پیارے! شے کون سی میری ہے

یہ رُوح بھی تیری ہے، یہ جان بھی تیری ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

﴿۸۹﴾ پُر اَسرار حاجی

حضرت سیدنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکافی فرماتے ہیں: میں نے میدانِ

عَرَافَات میں ایک حاجی صاحب کو دیکھا جو کہ رور و کرعرِ بی میں یہ اشعار پڑھ

رہے تھے۔ ترجمہ: ﴿۱﴾..... وہ ذاتِ ہر عیب سے پاک ہے، اگر ہم اپنی آنکھوں سے کانٹوں اور گرم سُوئیوں پر بھی اُس کو سجدہ کریں تو پھر بھی اُس کی نعمتوں کے حق کا دَسواں حصہ بلکہ دَسویں کا بھی دَسواں نہیں نہیں بلکہ اُس کا بھی دَسواں حصہ ادا نہ ہو ﴿۲﴾..... اے پاک ذات! میں نے کتنی مرتبہ لغزشیں (یعنی خطائیں) کیں اور کبھی بھی اپنی نافرمانیوں میں تجھے یاد نہ کیا مگر اے میرے مالکِ عَزَّوَجَلَّ! تو ہمیشہ مجھے دَر پر دہ یاد فرماتا رہا ﴿۳﴾..... میں نے نہ جانے کتنی ہی مرتبہ گناہوں کے وقتِ جہالت سے اپنا پردہ فاش کیا مگر تو نے ہمیشہ مجھ پر لطف و کرم ہی کیا اور اپنے حلم کے ساتھ میری پردہ پوشی فرمائی۔

حضرت سیدنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْکافی فرماتے ہیں: پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے حاجیوں سے پوچھا کہ یہ حاجی صاحب کون تھے؟ تو کسی نے بتایا کہ یہ حضرت ابو عبیدہ خُوصّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عنہ تھے۔ اِن کے ”خُوصّ“ (یعنی خویوں) میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے ستر برس تک خوفِ خدا کے سبب آسمان کی طرف مُنہ نہیں اُٹھایا۔ (ایضاً ص ۹۸) اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقہ ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بے تُو، مُفلس و محتاج و گدا کون؟ ”کہ میں“

صاحبِ جُود و کرم و صف ہے کس کا؟ ”تیرا“ (ذوقِ نت)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

## دنیا کے لئے مال جمع کرنے والے بے عقل ہیں

فرمانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: دُنیا اُس  
کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اُس کا  
مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اِس کے  
لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عَقْل نہ

ہو۔ (مشکاۃ النصاب، 2/250، حدیث: 5211)



فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net